نصیحت کے اسلامی آداب

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعیؒ
ترجمہ: محمد ظہیر

ہم میں سے کون ہے جس سے غلطی نہ ہوتی ہو۔ ہماری طبیعت و فطرت کچھ اس قسم کی بنی ہے کہ ہم ہدایت و گمراہی اور خیر و شر کی طرف مائل ہوتے رہتے ہیں۔ ہر انسان اس قابل نہیں کہ اسے اپنی غلطی معلوم ہو سکے یا وہ اپنی غلط روی کا احساس کر سکے' لہٰذا ایک بھائی کا دوسرے بھائی پر یہ حق ہے کہ وہ اسے' اس کے عیبوں سے آگاہ کرے اور اسے نصیحت کرے۔ جس طرح حاکم کا ظلم دیکھ کر' اس کے ظلم و سرکشی پر متنبہ کرنا ضروری ہے' اسی طرح اپنے دوست کو نصیحت کرنا بھی ضروری ہے جب معلوم ہو کہ وہ اپنے آپ پر یا کسی اور پر زیادتی کر رہا ہے۔ جس روز لوگ بھائی کا بھائی پر نصیحت کا جو حق ہے' اسے چھوڑ دیں گے تو ان کے باہمی تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ بنی اسرائیل لعنت' محرومی اور جلاوطنی کے اس لیے مستحق ہوئے کہ انھوں نے باہمی نصیحت و خیر خواہی کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

"جن لوگوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو برے کام سے' جو وہ کرتے تھے' روکتے نہ تھے" (المائدہ ۵:۷۸' ۷۹)۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہوا: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً "اور اس فتنہ سے بچاؤ کرو جس کی شامت خاص کر ان لوگوں تک ہی نہ پہنچے گی جو تم میں سے ظالم ہیں" (الانفال ۸:۲۵)۔ تو بعض صحابہؓ نے رسول اللہؐ سے پوچھا: کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے! فرمایا: "ہاں! جب وہ منکرات دیکھیں اور منع نہ کریں"۔

امت کی ترقی و استحکام اور افراد امت کے ضمیر و قلب کی طہارت و استقامت کی سب سے بڑی ضمانت باہمی نصیحت اور خیر خواہی ہے۔ بھائی' بھائی کو نصیحت کرے۔ پڑوسی' پڑوسی کا خیال رکھے۔ باپ بیٹے کو' استاد شاگرد کو نصیحت کرے۔ ملازم اپنے افسر کا خیر خواہ ہو اور حکمران اپنی قوم کی فلاح و

بہبود کے خواہاں ہوں۔ اس صورت میں آپ دیکھیں گے کہ حقوق کا احترام کیا جا رہا ہے' بلند اخلاق پر عمل درآمد ہو رہا ہے اور لوگ ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں۔ نہ خیانت ہے نہ ملاوٹ' نہ ایک دوسرے پر تہمتیں لگائی جاتی ہیں' نہ ایک دوسرے کی کردارکشی کی جاتی ہے۔ جب معاشرہ نصیحت سے عاری ہو جائے یا اس پر عمل کمزور ہو جائے' تو امت' فساد اور باہمی عداوت و انتشار کے بدترین حالات کا شکار ہو جائے گی۔

بہت سے لوگ نصیحت کی حدود کا خیال نہیں رکھتے۔ کوئی تو نصیحت سے آگے بڑھ کر تشہیر کرنے لگتا ہے اور کوئی مدارات سے گر کر خوشامد پر اتر آتا ہے اور یوں شر' خیر سے بڑھ جاتا ہے اور حق' باطل کے لیے استعمال ہونے لگتا ہے۔

جب آپ نصیحت کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں یا آپ سمجھتے ہوں کہ نصیحت کرنے سے نقصان پہنچنے اور برائی پھیلنے کا احتمال ہے تو آپ نصیحت کرنے سے باز رہیں' اور جب متعلقہ شخص کو نصیحت کرنے کے لیے حالات سازگار ہو جائیں تو پھر آپ نصیحت کریں۔ یہ مدارات ہے اس کے برعکس اگر آپ برائی کی حوصلہ افزائی کریں اور بدکار کی تائید کریں تو اسے تملق کہا جاتا ہے۔ اگر آپ ایک اوباش حکمران کی ہاں میں ہاں ملائیں' اس کی بے راہ روی کو خوب صورت بنا کر پیش کریں اور اس کے فسق و فجور کو جاری رکھنے کے لیے اس کی حمایت کریں تو یہ تملق و خوشامد ہے جسے شریعت و اخلاق ناپسند کرتے ہیں۔ خوشامد کمینگی و بزدلی ہے اور مدارات عقل مندی و حکمت ہے۔

نصیحت کرنے کے کئی مراحل ہیں:

سب سے پہلے یہ کہ آپ کے دوست' پڑوسی یا کسی بھی شخص کے متعلق جو کچھ کہا جائے آپ فوراً اس کو سچ نہ مان لیں۔ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ برائی کے پھیلانے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ عام لوگ کسی کے بارے میں حسن ظن سے کام لینے کی بجائے بدگمانی کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر کہی ہوئی بات کو سچ نہ سمجھیں' خواہ آپ نے یہ بات ایک ہزار منہ سے بھی کیوں نہ سنی ہو' تاآنکہ آپ چشم دید گواہ سے نہ سن لیں' اور عینی گواہ کی بھی تصدیق نہ کریں جب تک آپ کو اس کی بے غرضی و بے لوثی کا یقین نہ ہو۔

جب آپ کے دوست کے بارے میں آپ تک کوئی بات پہنچے تو ہمیشہ اسے اچھے پہلو پر محمول کریں اور اس کا روشن رخ ہی دیکھیں۔ یہی دوستی کا حق ہے اور یہی مکارم اخلاق کے شایان شان ہے۔ عبداللہ بن مطیع کی صاحبزادی نے اپنے خاوند طلحہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے جو اپنے زمانہ میں قریش کے سب سے بڑے سخی تھے' کہا: میں نے تمھارے بھائیوں سے زیادہ کمینہ کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت طلحہؓ نے پوچھا' وہ کیسے؟ بیوی نے جواب دیا: "میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ کے پاس مال

و دولت کی فراوانی ہوتی ہے تو وہ آپ کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور تنگدستی آتی ہے تو آپ کو چھوڑ دیتے ہیں"۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم یہ تو ان کا عمدہ اخلاق اور کمال شرافت ہے۔ جب ہم ان کی عزت و تکریم کے قابل ہوتے ہیں تو وہ ہمارے یہاں تشریف لاتے ہیں اور جب ہم ان کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں تو وہ ہمیں زحمت نہیں دیا کرتے"۔ دیکھیے طلحہ نے اپنے بھائیوں کے رویہ کی کیسی عمدہ توجیہ کی اور بظاہر بدسلوکی و بے رخی کو وفا و شرافت قرار دیا۔

نصیحت کرنے کے سلسلہ میں دوسری بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کی طبیعتوں کا صحیح اندازہ کریں۔ وہ نہ فرشتے ہیں اور نہ انبیا۔ آپ اپنے کسی بھی بھائی کے بارے میں یہ توقع نہ کریں کہ اس سے لغزش یا غلطی نہیں ہوگی۔ آپ اسے انسانی طبیعت و سرشت قرار دیجیے جس کے غلبہ و تسلط سے بہت کم لوگ بچتے ہیں۔ ذرا خود اپنی ذات میں جھانکیے' کیا آپ سے اس قسم کی کوتاہیاں اور لغزشیں سرزد نہیں ہوتیں؟ پھر آپ اس بات کی توقع دوسروں سے کیوں کرتے ہیں جو خود آپ کے اندر نہیں پائی جاتی۔ نفس انسانی کی حقیقت کو قرآن کریم نے کس بلیغ انداز میں پیش کیا ہے: وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔ "اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں ٹھہراتا' کیونکہ نفس تو یقیناً بدی کا حکم دیتا رہتا ہے' مگر جس پر میرا رب رحم کرے" (یوسف ۱۲: ۵۳)۔

اگر آپ اس حقیقت کو سامنے رکھیں گے تو آپ اپنے دوست کو اس کی غلطی پر نہ تو معتوب کریں گے اور نہ ہی اس کو حقیر و ذلیل سمجھیں گے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا: "کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے جو اللہ کی اطاعت ہی کرتا ہو اور کبھی اس کی نافرمانی نہ کرتا ہو اور نہ کوئی ایسا ہے جو صرف نافرمانی ہی کرتا ہو اور اطاعت نہ کرتا ہو۔ پس جس کی اطاعت اس کی نافرمانیوں سے بڑھ گئی وہی عادل ہے"۔ یہ ہے فقہ' علم اور حکمت' جس سے صرف وہی لوگ واقف ہو سکتے ہیں جو سب سے زیادہ پرہیزگار' دین میں مضبوط اور اللہ سے ڈرنے والے ہوں۔ وہ شخص اس حقیقت سے کیسے آگاہ ہو سکتا ہے جو نافرمانوں کو ذلیل سمجھے' گنہگاروں کو حقیر قرار دے اور اپنے تقویٰ و عبادت کے زعم میں' اپنے آپ کو دوسروں سے افضل خیال کرے۔ مومن کامل تو وہ ہے جو لوگوں پر رحم کرے' خطاکاروں پر شفقت کرے' ان کی غلطیوں کے لیے عذر اور بہانہ تلاش کرے اور ایک مشفق معالج کی طرح انھیں نصیحت کرے۔ آپ نے کبھی ایسا طبیب بھی دیکھا ہے جو مریض کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہو یا اپنے آپ کو مریض سے برتر سمجھے؟ لاکھوں سلام ہوں معلمؐ انسانیت پر جنھوں نے فرمایا: "کسی مسلمان کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"۔

نصیحت کرنے کے سلسلے میں تیسری بات یہ ہے کہ آپ جس معاملے کو ناپسند کر رہے ہیں اور اسے غلطی و انحراف سے تعبیر کر رہے ہیں' کہیں یہ آپ کا ذاتی نقطہ نظر تو نہیں؟ آپ اس بارے میں اپنے

ذاتی نقطہ نظر سے فیصلہ نہ کیجیے بلکہ متعلقہ شخص کے نقطہ نظر سے بھی اس کا جائزہ لیجیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اپنی رائے میں اجتہاد سے کام لے رہا ہو اور جو کام کر رہا ہو وہ اس نے خیر سمجھ کر اختیار کیا ہو، لہٰذا اس کو ناپسند کرنے میں عجلت سے کام نہ لیجیے۔ جب تک اس کی درست تعبیر ہو سکتی ہے اور اس پر حق کی دلیل قائم ہو سکتی ہو، اسے غلط قرار دینا مناسب نہیں۔ اس طرح کی باتوں میں فقہائے کرام کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی رائے یا عمل میں ننانوے وجوہ اس کی تکفیر کی متقاضی ہوں اور ایک وجہ تکفیر کی متقاضی نہ ہو تو ہم اس ایک وجہ کو لیں گے اور اس رائے یا عمل والے کو کافر قرار دینے سے باز رہیں گے۔ یہیں سے علما نے یہ ضابطہ بنایا ہے کہ نہی عن المنکر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ اجتہاد کا محل نہ ہو اور نہ ہی اس بات میں علما کا اختلاف ہو۔ اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو پھر اس کو ناپسندیدہ قرار دینا جائز نہیں ہے۔ یہ سب اس لیے کہ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے انسان پر اپنے عقیدہ یا رائے کو مسلط کرے یا یہ سمجھے کہ اس کی رائے ہی سب سے بہتر ہے اور اسی کا اجتہاد برحق اور باطل سے مبرا ہے۔

نصیحت کے سلسلے میں چوتھا قدم یہ ہے کہ جب آپ کو غلطی کا یقین ہو جائے اور تاویل و توجیہ یا شبہ کی گنجائش نہ رہے تو اب آپ پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ آپ متعلقہ شخص کو تنہائی میں نصیحت کریں، نہ کہ لوگوں کے سامنے۔ یہ نصیحت آپ کے اور اس شخص کے درمیان راز ہو۔ نفس انسانی کبھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اسے اس کے عیبوں سے آگاہ کیا جائے۔ جب آپ اپنے بھائی کو علیحدگی میں نصیحت کریں گے تو اس کے قبول کرنے کی زیادہ توقع ہے۔ نیز یہ آپ کے خلوص کی بھی شہادت ہے۔ جب آپ علانیہ نصیحت کریں گے تو اس میں کینہ، تشہیر اور اپنے علم و فضل کے اظہار کا شبہ ہو گا اور یہ ایک پردہ ہے جو نصیحت کے سننے اور قبول کرنے میں حائل ہوتا ہے۔ رسول اللہؐ کا طریقہ مبارکہ تھا کہ جب آپ کسی برائی پر تنبیہہ کرنا چاہتے تو برائی کا ارتکاب کرنے والوں کا نام نہیں لیتے تھے، بلکہ فرمایا کرتے تھے: مَابَالُ اَقْوَامٍ یَفْعَلُوْنَ کَذَا، ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ یہ کام کرتے ہیں۔ اس سے متعلقہ افراد خود بخود سمجھ لیتے تھے کہ حضورؐ کی یہ نصیحت ان کے لیے ہی ہے۔ یہ ہے نصیحت و تربیت کا وہ بلند ترین اسلوب، جس کی رہنمائی ہمیں مربی اکبر حضرت محمدؐ نے فرمائی۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے بر سر عام کہا: اے امیر المومنین آپ نے فلاں فلاں غلطی کی ہے اور میں آپ کو ان ان باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا: "اگر تم مجھے نصیحت کرنا چاہتے تھے تو تم مجھے علیحدگی میں نصیحت کرتے جہاں صرف تم اور میں ہوتے۔ جب تم مجمع عام میں، مجھے نصیحت کر رہے ہو تو مجھے نہ تمھارے بارے میں اعتبار و یقین ہے اور نہ اپنے بارے میں"۔ یہ ہے بھی حقیقت، تنہائی میں رازداری کے ساتھ نصیحت کرنے میں محبت و شفقت ہے اور علانیہ نصیحت توہین و رسوائی۔

امام شافعیؒ کا قول ہے: ''جس نے اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی تو اس نے نصیحت کی اور عزت و تکریم کی اور جس نے علانیہ نصیحت کی اس نے اپنے بھائی کی توہین کی اور اسے رسوا کیا''۔

ایک دن خلیفہ منصور 'لوگوں کو اللہ کی اطاعت کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی تلقین کر رہا تھا۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا ''اے امیرالمومنین! تم اللہ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی نصیحت کیے جانے کے زیادہ لائق ہو' سو اللہ سے ڈر اور اس کے غضب سے بچ''۔ منصور نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں جو نصیحت کر رہا تھا' اس سے میرا مقصد صرف اللہ کی رضا تھی' لیکن تمھارا ارادہ یہ ہے کہ تمھارے بارے میں کہا جائے کہ اس شخص نے امیرالمومنین کے سامنے کھڑے ہو کر انھیں نصیحت کی''۔ خلیفہ منصور نے نفس کی دسیسہ کاریوں اور پوشیدگیوں اور شہوتوں سے کیسے خبردار کیا ہے کہ کبھی کبھی زہد و پرہیزگاری اور نصیحت اور کلمہ حق کہنے میں جرات بھی نفسانی شہوت کے باعث ہوا کرتی ہے۔ لوگوں کے عیبوں کی تشہیر کرنا اور محفلوں میں ان کی پردہ دری کو نصیحت اور کلمہ حق کے برملا اظہار سے تعبیر کرنا' اللہ کے دین سے بے خبری اور جہالت کی نشانی ہے۔ یہ تو غیبت ہے جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہمیں روکا ہے۔ نصیحت تو یہ ہے کہ جب آپ کا بھائی غلطی کرنے لگے تو آپ اسے سمجھائیں اور جب وہ گناہ کرے تو اسے سمجھائیں۔ غیبت یہ ہے کہ آپ اس کی عدم موجودگی میں ایسی بات کہیں جسے وہ ناپسند کرے۔

ہاں اگر آپ ایک انسان کو بار بار نصیحت کریں اور وہ آپ کے سمجھانے کے باوجود گناہ کرنا نہ چھوڑے اور یہ شخص ایسا ہو جس کی پیروی کی جاتی ہے یا لوگ اس کی بات سنتے ہیں تو اب آپ کے لیے جائز ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کی حالت کو بیان کر دیں تاکہ لوگ اس کی پیروی سے محفوظ رہیں۔ نہ کہ آپ اسے بدنام کرنا شروع کر دیں۔ کسی کے گناہوں کو اچھالنا' کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے' خواہ اس کا سبب کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ آپ کا حق ہے کہ آپ فعل بد کو ناپسند کریں لیکن اس فعل کو سرانجام دینے والے کی تشہیر کرنا آپ کے لیے ہرگز روا نہیں۔ اس کی تعلیم ہمیں خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے' جب رسول اکرمؐ سے فرمایا ہے: فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ''سو اگر وہ تیری نافرمانی کریں' تو' تو کہہ دے 'میں اس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو''۔ (الشعرا ۲۶:۲۱۶) اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو لوگوں کے عمل سے بری الذمہ ہونے کا حکم دیا ہے نہ کہ خود ان سے۔ یہ ہدایت اس لیے دی گئی ہے کہ اسلام لوگوں کو بدنام کرنے کو ناپسند کرتا ہے' کیونکہ تشہیر باہمی عداوت اور بغض کا سبب بنتی ہے اور نفرت و تفریق کو ہوا دیتی ہے۔

نصیحت کا پانچواں مرحلہ یہ ہے کہ جس چیز کو آپ ناپسند کرتے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی اصلاح کی خاطر' آپ کی نصیحت سے کوئی بڑی خرابی پیدا ہو جائے' جیسے کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہو یا معصیت

میں اضافہ ہو جائے یا جماعت کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے۔ یہ اس قسم کی باتیں ہیں جن کا شر چھوٹے بڑے، نیک و بد ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ایک شخص کے انفرادی عمل کو روکنے سے اگر پوری جماعت کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہؐ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا "اگر میری قوم نئی نئی اسلام نہ لائی ہوتی تو میں بیت اللہ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرواتا اور دو دروازے بنواتا۔ ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے باہر نکلتے"۔ حضورؐ کے اس عمل سے کہ آپ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اصلاح اس لیے نہیں فرماتے کہ کہیں لوگوں کے دین میں فتنہ نہ پیدا ہو جائے، یہ سبق ملتا ہے کہ کسی چھوٹے شر کے ازالہ سے اس لیے احتراز کیا جائے کہ اس سے بڑا شر نہ پھیل جائے اور چھوٹے نقصان کو ختم کرنے سے کہیں بڑا نقصان نہ ہو جائے۔

جب یہ پانچوں مراحل آپ نے طے کر لیے اور آپ نے دیکھا کہ نصیحت کرنا ضروری ہے، تو آپ کا فرض ہے کہ آپ نرمی اور حکمت سے کام لیتے ہوئے ایسے انداز سے نصیحت کریں کہ مخاطب متنفر نہ ہو اور نہ وہ یہ سمجھے کہ آپ اپنے آپ کو اس سے بڑا سمجھتے ہیں، یا آپ اس کے استاد ہیں۔ انھی آداب کی تلقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ "اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان کے ساتھ ایسے طریقے پر بحث کیجیے جو نہایت عمدہ ہو" (النحل ۱۶: ۱۲۵)۔

صحابہؓ نے ہمیں رسول اللہؐ کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ کسی کے سامنے ایسی بات نہ کرتے تھے جو اسے ناپسند ہو، کیوں کہ نصیحت میں جب نرمی نہیں رہتی تو اس میں سختی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے دل نفرت کرتے ہیں اور پھر نصیحت کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔ اس قسم کی نصیحت لوگوں کو خیر سے دور رکھتی ہے اور انھیں نصیحت کرنے والے کے قریب نہیں آنے دیتی۔

آج ہمیں نصیحت کے آداب و شرائط کا خیال رکھنے کی شدید ضرورت ہے۔

اس ماہ کے اشارات، اسلام اور مغرب کی تہذیبی کشمکش میں اصل فیصلہ کن مسئلہ: کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، تقسیم عام کے لیے -/۱۰۰ روپے فی سیکڑہ دستیاب ہیں۔
منشورات، منصورہ، لاہور ۵۴۵۷۰ فیکس ۰۴۲/۷۸۳۲۱۹۴